عقیدہ حیاتُ الانبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور ادلہ اربعہ!

مولانا ابو احمد نور محمد تونسوی قادری رحمۃ اللہ علیہ

برادرانِ اسلام! الحمد للہ ثم الحمد للہ! عقیدہ حیات الانبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) شریعتِ مطہرہ کے چاروں دلائل یعنی کتاب، سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، اجماعِ امت اور قیاسِ شرعی سے ثابت ہے۔ جہاں تک تعلق ہے کتاب اللہ کا تو قرآن مجید کی پچاس سے زائد آیاتِ بینات سے یہ عقیدہ ثابت ہے کہ موت کے بعد ہر انسان کو عالم قبر و برزخ میں ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے، جس سے مردہ انسان منکر نکیر کے سوال و جواب کو سمجھتا ہے اور پھر اس پر جزاء و سزا کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ مردہ انسان کا سوال و جواب کو سمجھنا اور ثواب و عقاب کو محسوس کرنا اس کی حیاتِ قبر کی دلیل ہے تو جب ہر مردہ کو عالم قبر و برزخ میں حیات حاصل ہے تو یہ حیات' انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بطریق اولیٰ حاصل ہے، بلکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہ حیات عام موتی سے اعلیٰ، ارفع اور برتر ہے، اس حیات کو ہم امتیازی اور خصوصی بھی کہہ سکتے ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ وہ آیات کہاں ہیں؟ تو گزارش ہے کہ بندہ عاجز نے پچاس کے قریب آیات اپنی تالیف ''قبر کی زندگی'' میں لکھ دی ہیں، مطالعہ کے شائقین اس کی طرف رجوع کریں، کیونکہ وہ کتاب عام اور متداول ہے۔ امید ہے کہ انہی آیات کے مطالعہ سے شرح صدر ہو جائے گا۔ اور جہاں تک تعلق ہے سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تو عقیدہ حیات الانبیاءؑ احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے، جن کا درجہ (باعتبار ثبوت کے) قرآن کے برابر ہے۔

کچھ تو وہ حدیثیں ہیں، جن میں حیات الانبیاءؑ کی تصریح ہے، مثلاً: ''**الأنبياء أحياء فی قبورهم يصلون**''، وغیرہ وغیرہ اور دوسری وہ حدیثیں ہیں جو بتاتی ہیں کہ عالم قبر و برزخ میں مردہ انسان سے سوال و جواب ہوتا ہے اور پھر جزاء وسزا ہوتی ہے تو یہ سب سینکڑوں حدیثیں حیاتِ قبر پر دلالت کرتی ہیں اور قبر کی یہ حدیثیں متواتر ہیں۔ بندہ عاجز نے سو سے زائد یہ حدیثیں ''قبر کی زندگی'' میں لکھ دی ہیں۔ اگر اہل علم تتبع

کریں تو مزید حدیثیں بھی مل سکتی ہیں، نیز ''نظم المتناثر من الحدیث المتواتر'' میں لکھا ہے کہ:

''إن من جملة ما تواتر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حیاۃ الأنبیاء فی قبورھم۔''

یعنی ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے جو حدیثیں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں، ان میں سے ''حیاۃ الأنبیاء فی قبورھم'' کی حدیثیں بھی ہیں۔''

(بحوالہ مجموعہ رسائل حیات الانبیاء للبیہقیؒ، للسبکیؒ، للسیوطیؒ، ص:۸)

اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ''نباء الأذکیاء فی حیاۃ الانبیاءؑ'' میں لکھتے ہیں:

''فأقول: حیاۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی قبرہٖ ھو وسائر الأنبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیا، لما قام عندنا من الأدلۃ فی ذلک وتواترت بہ الأخبار الدالۃ علی ذلک، وقد ألف الامام البیھقی رحمہ اللّٰہ جزأًفی حیاۃ الأنبیاء علیھم السلام فی قبورھم۔'' (بحوالہ مجموعہ رسائل کتاب حیاۃ الانبیاء، ص:۴۵)

''پس میں کہتا ہوں: حیاۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قبر میں اور اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمارے نزدیک علم قطعی کے ساتھ معلوم ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک اس پر دلائل قائم ہیں اور حیات الانبیاء پر دلالت کرنے والی روایات درجۂ تواتر کو پہنچتی ہیں اور تحقیق امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات الانبیاء کے عقیدہ میں ایک رسالہ بھی تالیف کیا ہے، جس میں انہوں نے حیاتِ قبر کو ثابت کیا ہے۔''

اور یہی بات امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتویٰ ''الحاوی للفتاوی'' میں بھی ذکر کی ہے۔

(الحاوی للفتاویٰ، ج:۲،ص:۱۴۷)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''نزد احمد ونسائی ہر آئینہ خدای را فرشتگا نند میر کنندگان درزمین می رسانندمرا از اُمت من سلام را وبتواتر رسیدہ این معنی۔'' (فتویٰ عزیزیہ ج:۲،ص:۲۷)

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ مقدس میں فرشتوں کا درود وسلام پہنچانا درجۂ تواتر رکھتا ہے۔''

نیز شریعت کی اصطلاح میں عقیدہ عذابِ قبر مشہور ہے، لیکن قبروں میں صرف عذاب نہیں ہوتا، بلکہ راحت بھی ہوتی ہے، چونکہ اکثر مردوں کو قبروں میں عذاب ہوتا ہے تو تغلیباً اس کو عذابِ قبر ہی کہا جاتا ہے، تو قبر کی یہ جزا وسزا حیات کو مستلزم ہے، کیونکہ اگر قبر میں جزاء وسزاء ہے اور عذاب وراحت ہے اور مردہ انسان کو اس کا ادراک اور شعور نہیں ہے تو عذاب اور راحت کا کیا فائدہ؟ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''وعذاب وتنعیم بغیر ادراک وشعور نمی تواند شد۔'' (فتاویٰ عزیزی، ج:۱،ص:۸۸)

''عذاب اور تنعیم قبر بغیر ادراک اور شعور کے نہیں ہو سکتے۔''

جمہور علماء اسلام نے عذابِ قبر کی حدیثوں کو متواتر کہا ہے، تو جب ہر میت کی حیات پر

دلالت کرنے والی حدیثیں متواتر ہیں تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ قبر کی حدیثیں بطریق اولیٰ تواتر سے ثابت ہیں۔

اور جہاں تک تعلق ہے اجماعِ امت کا تو بہت سے علماء نے اپنی کتابوں میں تصریح فرمائی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ قبر پر اجماعِ امت ہے اور بکثرت حوالہ جات میں سے چند ایک حوالے آپ کی خدمت میں پیش کیے جارہے ہیں، چنانچہ علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''والحاصل أن حياة الأنبياءؑ ثابتة بالإجماع۔'' (المنحۃ الوہبیۃ، ص:۶، طبع استنبول، بحوالہ تسکین الصدور)

''حاصل یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات باجماع ثابت ہے۔''

اور شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''حیات متفق علیہ است، ہیچ کس را دروے خلافے نیست۔'' (اشعۃ اللمعات، ج:۱، ص:۶۱۳)

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ قبر متفق علیہ ہے، کسی کا اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔''

نواب قطب الدین خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں:

''زندہ ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام قبروں میں، یہ مسئلہ متفق علیہ ہے، کسی کو اس میں خلاف نہیں۔''

(مظاہر حق، ج:۱، ص:۴۴۵، بحوالہ تسکین الصدور)

اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔''

(فتاویٰ رشیدیہ، ملحق تالیفات رشیدیہ، ص:۲۳۴-۶۹)

اور جہاں تک تعلق ہے قیاسِ صحیح کا تو یہ عقیدہ اس سے بھی ثابت ہے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اور جسد اطہر کا مجموعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مشہور ہوا اور چالیس سال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلانِ نبوت فرمایا تو بحیثیت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) متعارف ہوئے، پس جب ثابت ہوگیا کہ روح اور جسد کا مجموعہ اللہ کا رسول ہے اور روح اور جسد دونوں نے مل کر دینِ اسلام کی خوب خدمت کی، تبلیغ فرمائی، تبلیغی سفر کیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوات میں شریک ہوئے، مکہ سے مدینہ منورہ تک ہجرت فرمائی، تین دن تک غارِ ثور میں رہے، جنگ بدر، جنگ احد میں شرکت فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں وغیرہ کی سیر فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز، روزہ، حج، عمرہ وغیرہ عبادات ادا فرمائیں تو مناسب امور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر روح کے ساتھ شریک تھا، دین کا ہر کام روح اور جسد دونوں نے مل کر ادا کیا اور وفات کے بعد جب جزاء اور انعام کا وقت آیا تو انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ عالم قبر و برزخ کی جزاء اور انعامات روح اور جسد کے مجموعہ کو دی جائیں۔

انصافِ خداوندی کا یہی تقاضا ہے کہ موت کے بعد حیات ملی ہے تو ان دونوں کو، اور جنت کا

مقام ملا ہے تو ان دونوں کو، جنت کا رزق ملا ہے تو ان دونوں کو، الغرض جنت میں جتنی نعمتیں اللہ تعالیٰ روح کو عطا فرماتے ہیں، ان سب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر شریک اور حاضر ہے۔ عالم قبر و برزخ کی سب نعمتیں روح کے ساتھ مختص کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد کو حیات اور جنت کی نعمتوں سے محروم کر دینا انصافِ خداوندی سے کوسوں دور ہے، جس کا اللہ تبارک وتعالیٰ سے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا قیاس صحیح سے بھی عقیدہ حیات الانبیاءؑ ثابت ہو گیا۔

البتہ علماء فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ اقدس اپنے مقام پر ہے، اور اسی طرح جسدِ اطہر اپنے مقام میں ہے اور ان دونوں کے مابین ایک ایسا تعلق اور جوڑ ہے جس کی حقیقت اللہ ہی جانتے ہیں۔ پس عالم قبر و برزخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس پر جو انعامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے ہیں، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر برابر محظوظ ہوتا ہے، جیسا کہ خواب دیکھنے والا شخص خواب میں مختلف مقامات کو دیکھتا ہے اور مختلف حالات سے گزرتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ خواب میں آدمی کی روح نکل جاتی ہے، لیکن خواب میں روح جسد کو اپنے ہمراہ محسوس کرتی ہے اور دُکھ اور سُکھ کے حالات جو روح پر طاری ہوتے ہیں، جسد بھی ان سے برابر متأثر ہوتا ہے۔

الحمد للہ! کہ عقیدہ حیات الانبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) ادلہ اربعہ سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا، لیکن چند وضاحتیں آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں، تاکہ کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے:

وضاحت نمبر:۱

جن دلائل سے عقیدہ حیات الانبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) ثابت ہے، انہی دلائل سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ عالم قبر و برزخ میں روح کے ساتھ دنیا والا جسدِ اطہر بھی تعلق کی وجہ سے ہر نعمت اور راحت میں شریک ہوتا ہے، اس کے لیے کسی دوسرے دلائل کی ضرورت قطعاً نہیں ہے۔

وضاحت نمبر:۲

ہمارے جن اکابر نے یہ لکھا ہے کہ: ’’موت کے بعد انسان کو جسدِ مثالی دیا جاتا ہے‘‘ تو جسدِ مثالی کی تجویز کرنے والے یہ سب حضرات جسدِ مثالی کی تجویز کے باوجود جسدِ عنصری حقیقی اور اصل سے بھی روح کا تعلق مانتے ہیں۔ دنیا میں کوئی ایک ایسا عالم دین نہیں گزرا جس نے جسدِ عنصری کا انکار کر کے جسدِ مثالی کی تجویز کی ہو۔ جسدِ حقیقی کے تعلق کا کوئی منکر نہیں ہے اور ہمارا اختلاف صرف ان لوگوں سے ہے جو جسدِ حقیقی اصلی سے تعلق کا انکار کرتے ہیں۔ اگر کوئی عالم جسدِ حقیقی اصلی سے تعلق مان کر ایک نہیں، ہزار جسدِ مثالی تجویز کرے، ہمارا اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔

پس میں اپنے تمام طالب علم بھائیوں اور علماء کرام کو ہوشیار کرتا ہوں کہ ’’بعض لوگ‘‘ سادہ لوح عوام کو قائلینِ جسدِ مثالی کے نام پر دھوکہ دیتے ہیں، لہٰذا ان کے دھوکہ سے بچیے اور ایمان کی حفاظت کیجیے،

کیونکہ مذکورہ طریق پر جسدِ مثالی کے قائلین بھی ہمارے اکابر ہیں، بدعقیدہ لوگوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، صرف ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ بندہ عاجز کا ایک مضمون جو کہ مجموعہ سوالات میں چھپا ہوا ہے، جس کا عنوان ''قائلینِ جسدِ مثالی سے اسّی سوال'' ہے، مطالعہ کے لائق ہے۔

وضاحت نمبر:۳

حیاتِ قبر اور حیاتِ برزخ کوئی دو متضاد چیزیں نہیں ہیں، کیونکہ قبر' مردہ انسان کے لیے ظرفِ مکان اور برزخ اس کے لیے ظرفِ زمان ہے۔ زمان اور مکان میں کوئی تضاد نہیں ہے، اطلاق کے اعتبار سے دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ قرآن کے اِن ''شیخوں'' کو ظرفِ زمان اور ظرفِ مکان کا فرق کیوں نظر نہیں آتا اور یہ کس منہ سے کہتے ہیں کہ قبر سے مراد برزخ اور برزخ سے مراد عِلّیّین اور سِجّین ہے، حالانکہ عِلّیّین اور سِجّین ظرفِ مکان ہیں۔ البتہ برزخ زمان ہے اور اپنے وسیع تر مفہوم کے اعتبار سے مردہ کے روح اور جسد کے ہر مقام کو شامل ہے۔

وضاحت نمبر:۴

آج کل عصرِ ہذا کے معتزلہ نے یہ ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر رکھا ہے کہ اللہ کا قانون ہے اور قرآن میں لکھا ہوا ہے کہ روح جب ایک دفعہ جسم سے نکل جاتی ہے تو دوبارہ بدن کی طرف نہیں آتی، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ایسا کوئی قانون نہیں ہے اور نہ قرآن میں یہ بات لکھی ہوئی ہے۔

قرآن مجید میں جو قانونِ الٰہی لکھا ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ جو انسان ایک دفعہ موت پا کر عالم قبر و برزخ میں چلا جاتا ہے، وہ دوبارہ عالم دنیا میں واپس نہیں آتا اور یہی مطلب ہے: ''فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ'' کا، یعنی مسئلہ ''عودِ انسان الی الدنیا'' کا ہے، یہی قانونِ الٰہی ہے اور یہی قرآن مجید میں لکھا ہوا ہے کہ ایک دفعہ جو آدمی مرجاتا ہے تو وہ دوبارہ دنیا میں واپس نہیں آتا، الا بخرق العادات۔ تو اس قسم کی آیات کو ''اعادۂ روح الیٰ البدن فی القبر'' سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں روح عالم قبر و برزخ میں رہتے ہوئے جسم کی طرف واپس آتی ہے اور یہ عقیدہ تو قرآن اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

لیکن بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ قرآن کے مدعیوں نے اس آیت کا غلط مطلب نکال کر اللہ کے قرآن پر بہتان اور جھوٹ باندھا ہے۔ میں درخواست کروں گا اس دور کے علماءِ حق سے کہ آپ زندہ ہیں اور اللہ کی کتاب کی تحریف کی جارہی ہے اور غیر قرآن کو قرآن باور کرایا جارہا ہے، اگر آج آپ اُٹھ کر عوام الناس کی رہبری کرتے ہوئے اس دجل وفریب کا پردہ چاک نہیں کریں گے، قرآن پاک کا صحیح مطلب لوگوں کو نہیں بتائیں گے، تو بے چاری سادہ عوام گمراہ ہوتی چلی جائے گی۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....